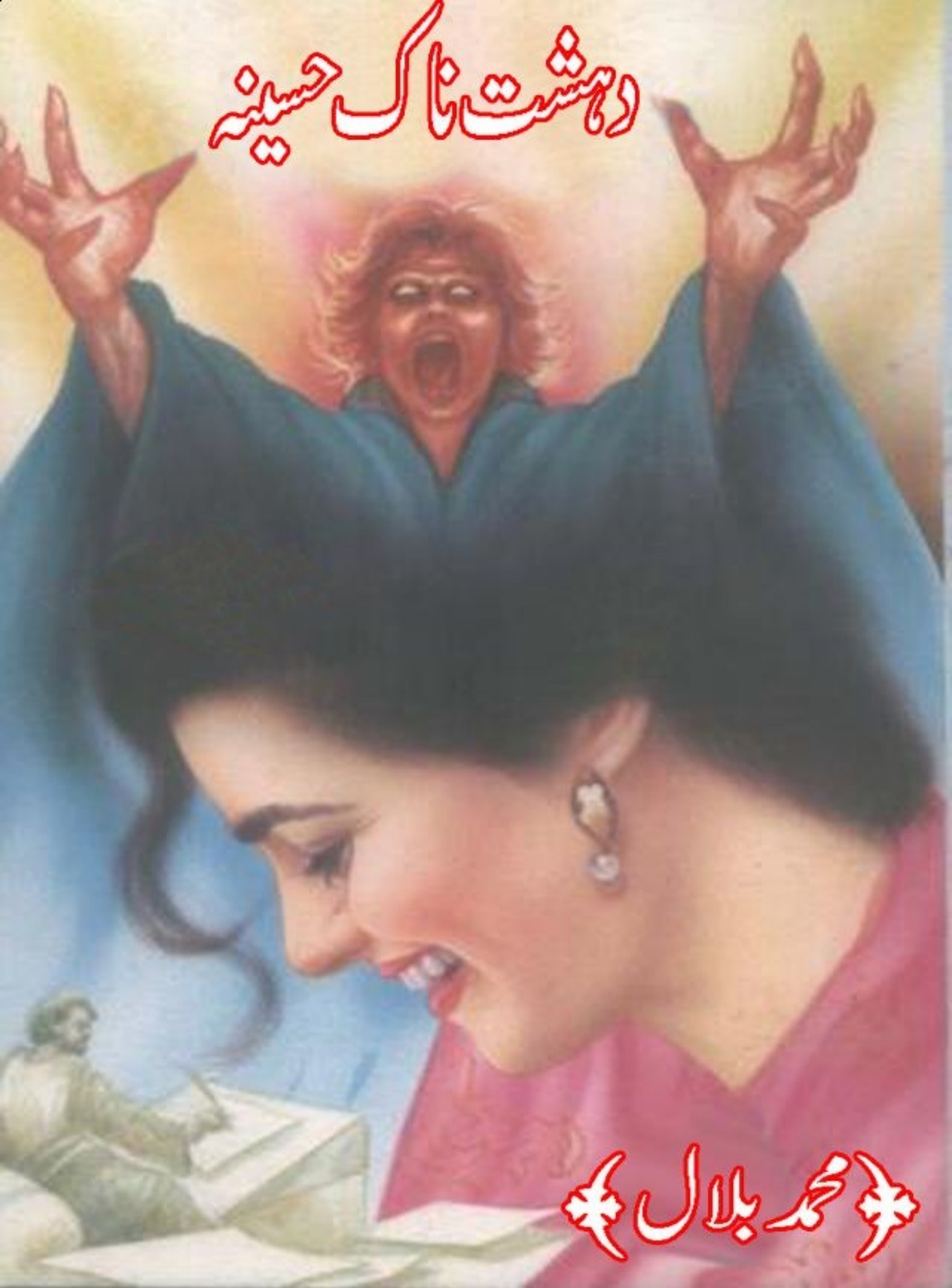


# دہشت ناک حسینہ



محمد بلال

ونود کو شانتی ذرا برابر بھی پسند نہیں آئی تھی۔ وہ اس کے حسن جہاں سوز  
سے بالکل متاثر نہیں ہوا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور مرد ہوتا تو وہ اس پر  
عاشق ہو جاتا۔ اس کے لمبے سیاہ بالوں کی خوبصورتی بھی ونود کو اپنا  
اسیر نہیں بنا سکی تھی۔ نہ ہی شانتی کے رس بھرے ہونٹوں میں کوئی  
کشش محسوس کی تھی۔ شانتی کی آنکھیں نہ صرف بڑی بڑی بہت  
خوبصورت، بلکہ صاف و شفاف بھونرا جیسی تھیں۔ جو دیکھتا وہ ان میں  
ڈوب جاتا۔ مگر اسے ان آنکھوں میں کوئی جاذبیت محسوس نہیں ہوئی  
تھی۔ نہ ہی اس کی نئی فیٹ گاڑی سے کوئی دلچسپی تھی اس میں بیٹھ کر وہ  
مجھ سے ملنے کے لیے روز آتی تھی۔

میں نے کبھی ونود سے یہ پوچھنے اور جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ  
ہی ضرورت محسوس کی تھی کہ وہ شانتی سے اس قدر متنفر کیوں ہے؟ میں  
تو اس بات پر بہت خوش تھا کہ شانتی میری ہے اور مجھ سے محبت کرتی

ہے۔ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری محبت بعد میں مصیبتوں کا باعث بن جائے گی۔

ونود کی بیوی سجاتا بہت خوبصورت نہیں لیکن پرکشش تھی چار بچوں کی ماں تھی۔ ان کی محبت کی شادی تھی اس لیے وہ کسی اور عورت کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ سجاتا کا جسم اور جوانی ڈھل گئی تھی۔ پھر بھی وہ اپنے بیوی بچوں سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور اپنی آمدنی ان پر فراخ دلی سے خرچ کرتا تھا۔

”تم نہ صرف اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہو بلکہ بیس برس کی دوستی کے درمیان نفرت کا بیج بوری ہو۔“

ونود ایک روز بگڑ کر برہمی سے بولا۔ ”شانتی اچھی عورت نہیں ہے۔ وہ ایک حسین چڑیل ہے۔ عورتیں بہت مل جائیں گی مگر اچھا دوست نہیں مل سکتا ہے۔“

میں بھی محسوس کر رہا تھا کہ ہماری دوستی میں فرق آرہا ہے۔ وہ کوئی دس دن سے بلاناغہ مجھ سے ملنے چلی آرہی تھی۔ اس وجہ سے ہمارے درمیان تلخ کلامی پیدا ہو گئی تھی۔ شائیتہ تو میری کمزوری بن گئی تھی۔ اس کا چہرہ اور سراپا میرے من کے نہاں خانے میں نقش ہو گیا تھا۔ جس وقت وہ بندرگاہ آتی ایک طوفان سا آ جاتا۔ چکنی لکڑی کے تختوں پر وہ خود کو بچاتی ہوئی ہماری لانچ کی طرف آتی تو ساڑھی کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اوپر اٹھا لیتی کہ کہیں پیروں میں نہ آجائے۔ اس کی گوری گوری سڈول پنڈلیوں کو دیکھ کر لانچوں میں کام کرنے والوں کے ہونٹوں سے سیٹیاں بجنے لگتیں۔ جب وہ پہلی بار لانچ پر آئی تھی تو میں اکیلا تھا۔ ونو کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا۔ اس وقت میں لانچ میں نیچے اپنے بیڈروم میں تھا۔ وہ نیچے آ گئی تھی۔ اسے کچھ معلومات درکار تھیں۔ اسے دیکھ کر ایسا لگا تھا جیسے میں کوئی سندرسینا دیکھ رہا ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے جانے کی اجازت چاہی اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر بات مصافحے سے آگے بڑھ گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد اس کی یہ مہربانی مجھے خواب کی طرح لگی تھی۔  
ویسے وہ اس بات کی کوشش کرتی تھی کہ ونود کی غیر موجودگی میں آئے۔ صرف دو تین مرتبہ وہ ونود کی موجودگی میں آئی تھی۔ وہ جب بھی آتی گل کھلا کر جاتی۔ وہ بڑی فیاض عورت نکلی تھی۔ مجھے اپنی قسمت پر رشک آنے لگا تھا۔

”تم یہ بوٹ مت بھولو کہ ہم دونوں حصہ دار ہیں۔ اس لالچ پر ہم دونوں کا مساوی حق ہے۔ وہ ہمارے ساتھ دبئی جانا چاہتی ہے۔ اس کا معقول کرایہ ادا کر رہی ہے۔ میں نے اسے ساتھ لے جانے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔“

”تم ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہو۔۔۔ تم سفر کے دوران ہنی مون

مناؤ گے۔۔۔۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن تم یہ کیوں نہیں

سوچتے ہو کہ کام متاثر ہوگا۔“ ونود نے ہدایتی لہجے میں کہا۔

”پھر تم ایسا کرو کہ مدن لال کو ساتھ بھیج دو۔ اس ٹرپ پر تم ساتھ نہیں

چلو۔“ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”تم۔۔۔۔ تم اس قدر خود غرض ہو گئے ہو؟ یہ بات مجھ سے کہہ رہے

ہو؟“ وہ افسردہ ہو گیا۔

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ دل گرفتہ

لہجے میں بولا۔ ”آئندہ ماہ میرے ہاں ولادت متوقع ہے۔ میں نے

جس اسپتال میں اس کا نام لکھوایا ہے وہاں کے اخراجات بہت زیادہ

ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کی بھی کچھ ضروریات ہیں جنہیں ہر قیمت پر

پورا کرنا ہے۔“

”تم اپنے بچوں کو لانچ پر لاؤ تو انہیں تاکید کرو کہ وہ ذرا تمیز سے



رہیں۔ مجھے آج صبح انجن روم سے پلاسٹک کا ایک آبی پستول ملا ہے۔  
اس کے علاوہ تیل کا ڈبہ بھی الٹا پڑا ہوا تھا۔ کسی روز اس لانچ کا  
ستیانا س ہو جائے گا۔۔۔۔۔ شانتی کی وجہ سے ہمیں جو رقم مل رہی ہے  
اس میں تم بھی حصہ دار ہے۔ اس طرح تمہاری ضروریات پوری ہو  
جائیں گی۔“

”بچوں کو سمجھا دوں گا۔۔۔۔۔ لیکن تم یہ کیوں نہیں سوچتے ہو کہ بچے  
بچے ہی ہوتے ہیں آج سے پہلے تم نے کبھی بچوں کے کھیلنے پر اعتراض  
نہیں کیا۔۔۔۔۔ جب سے یہ عورت آئی ہے تمہاری جھولی میں بکے  
پھل کی طرح گر چکی ہے، تب سے تمہارا دماغ اونچا جا رہا ہے۔۔۔۔۔  
تم نے کبھی سنجیدگی اور اپنی کھوپڑی سے یہ بات سوچنے کی کوشش کی  
ہے کہ ایک چوٹیس برس کی بہت ہی حسین و جمیل عورت تم پر کس لیے  
رتبھ گئی ہے۔۔۔۔۔؟ اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔۔۔۔۔؟ یہ سوال

تم مجھ سے نہیں بلکہ آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر پوچھو۔“

میں نے وہیل ہاؤس کے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ مجھ میں ایسی خوبصورت نہ تھی۔ کہ جوان کیا عمر رسیدہ عورتیں بھی دیکھنا پسند کریں۔ میری شادی اس لیے اب تک نہ ہو سکی تھی کہ میں نے شادی کے لیے جس عورت کو بھی پسند کیا اس نے مجھے پسند نہیں کیا۔ چالیس برس کی عمر کا ہو گیا تھا۔ عورت کی طلب ہوتی تو میں بازار حسن چلا جاتا تھا۔ لیکن سات برس سے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ ایڈز کی بیماری ہندوستان میں تیزی سے پھیل رہی تھی۔

میری زندگی میں آنے والی پہلی اور واحد عورت شانتی تھی جو پہلی ہی مختصر ملاقات میں مجھ پر مہربان ہو گئی تھی۔ اس نے کبھی خوف اور احترام نہیں کیا تھا۔ وہ مجھ سے جس محبت سے ملتی اور باتیں کرتی تھی اس سے ایسا لگتا تھا کہ میں اداکار شارخ ہوں۔ ونود اس کی محبت اور



مجھ میں غیر معمولی دل چسپی سے مشکوک تھا۔ لیکن میں نہیں تھا۔  
شام کا وقت تھا۔ دن ڈوبا نہیں تھا ایک پارٹی کا مال لوڈ کرنے کے بعد  
ونو دگر گیا تھا۔ تب شانتی آئی۔ وہ جو لباس پہن کر آئی تھی وہ  
نامناسب بھی تھا۔ وہ ایک اٹیچی لے کر آئی تھی اس کے موتیوں جیسے  
دانت چمک رہے تھے۔ اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھے  
تو نہ صرف اس میں حرارت تھی بلکہ مٹھاس بھی بھری تھی۔ اس نے  
لات مار کر کیبن کا دروازہ بند کر دیا۔

جب ہم کیبن سے نکل کر عرشے پر آئے تو اس وقت اندھیرا گہرا ہو چکا  
تھا۔ آٹھ بج چکے تھے۔ ہم پورے دو گھنٹے تک کیبن میں بند رہے  
تھے۔ وہ دھسکی کی بوتل بھی لائی تھی ہم نے دھسکی سے بھی شغل کیا تھا۔  
اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ ”کب تک روانگی ہے۔۔۔۔۔ ونو

کہاں ہے؟“

”ہم صبح چار بجے روانہ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ ونود اپنی بیوی کو دیکھنے گیا ہوا ہے۔ وہ شاید پورے دنوں سے ہے۔ آئندہ ماہ اس کے ہاں ولادت ہونے والی ہے۔“

”کیوں نہ میں اور تم جا کر اس کی بیوی کو دیکھ کر آئیں۔ تمہارے دوست اور پارٹنر کے دل میں میرے خلاف جو نفرت ہے وہ کم ہو جائے۔۔۔۔۔ کیوں کہ یہ سفر ایک دن کا نہیں بلکہ کئی دنوں کا ہے۔ ہمارا ہنسی مومن منانا اسے زہر نہ لگے۔“

اس کی بات معقول تھی۔ ہم نے شہر جا کر خریداری کی۔ سارا خرچ شناتی نے برداشت کیا۔ ونود کی بیوی سجاتا اور اس کے بچوں کے لیے کپڑے، ٹافیاں، کیک اور کھلونے خریدے۔۔۔۔۔ ونود اور اس کی بیوی دونوں خوش ہو گئے۔ ونود اس کی مہمان نوازی میں لگ گیا۔ جس وقت وہ سجاتا سے باتیں کر رہی تھی میں نے بوریت دور کرنے کے

لیے شام کا اخبار اٹھالیا۔ اس میں بینک ڈکیتی کی واردات کی سنسنی خیز خبر تھی ساٹھ لاکھ روپے ایک بدمعاش جگن ناتھ لے اڑا تھا۔ اس نے نہ صرف بینک کے گارڈ کو ذبح کر دیا تھا بلکہ کیشئر کو بھی شدید زخمی کر دیا تھا۔ اس کی جیب نے دو سپاہیوں کو بیچ سڑک پر روند دیا تھا۔ اس کی فائرنگ سے بارہ رہ گیر زخمی ہو گئے تھے۔ اس بدمعاش کی اخبار میں تصویر بھی چھپی ہوئی تھی۔ اس کے نقوش کلہاڑی کے پھل کی طرح تنکھے اور تیز دھار بلیڈ کی طرح باریک تھے۔ اس کی آنکھیں سیاہ چمکیلی اور سفاک تھیں۔ وہ ایک شیطان کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

ونود نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ رات بارہ بجے تک لانچ پر پہنچ رہا ہے۔ وہ بظاہر تو شانتی کی آمد پر خوش دکھائی دے رہا تھا لیکن وہ پھر بھی مشکوک تھا۔ اس نے شانتی سے پوچھا کہ وہ دبئی لانچ سے کیوں جا رہی ہے؟

ہوائی جہاز سے بھی جاسکتی ہے۔ شانتی نے جواب دیا تھا کہ اسے بحری

سفر سے عشق ہے اور مچھلی کے شکار سے۔۔۔۔۔ وہ سفر کے دوران تازہ  
مچھلیاں پکا کر کھلائے گی۔

روانگی کے وقت دھند بڑی گہری تھی۔ اس کے کہر آلود صبح میں گودی کی  
روشنیاں پانی کی سطح پر ماتیوں کی طرح جھلمل جھلمل کر رہی تھیں۔  
جب ہم کھلے سمندر میں پہنچے تو کہر ہلکی ہو چکی تھی۔ اب میں ونود کو دیکھ  
سکتا تھا جو وہیل ہاؤس کے قریب بیٹھا کانٹوں میں مچھلی کے شکار کے  
لیے چارہ پھنسا رہا تھا۔ لائیچ پر کل تین افراد تھے۔ شانتی، ونود اور  
میں۔

اس وقت مجھے شانتی کچن سے باہر آتی دکھائی دی۔ وہ لائیچ کے  
ہچکولے کھانے کی وجہ سے سنبھل سنبھل کر قدم اٹھا رہی تھی۔ اس نے  
اپنے گورے اور سڈول ہاتھوں میں کافی کے تین بڑے کپ پکڑ رکھے  
تھے۔ ایک اس نے ونود کو دیا۔ ونود نے بے رخی سے لے لیا۔ زبان

سے شکر یہ ادا نہیں کیا۔۔۔۔۔ دوسرے لگ اس نے مجھے دیا تو میں نے اس

کا ہاتھ چوم لیا۔ پھر اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ ”میں

عرشے پر جاؤں تو کوئی حرج تو نہیں۔۔۔۔۔؟“

”ابھی مت جاؤ۔۔۔۔۔ لہروں میں بہت تیزی ہے۔ لڑھک کر سمندر

میں گر جاؤ گی۔ تمہیں تیرنا آتا ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ لیکن میں چند گز سے زیادہ تیر نہیں سکتی ہوں۔ مگر میں

محتاج رہوں گی۔“ اس نے جواب دیا۔

اس نے میری بات نہیں مانی۔ میں نے اسے شیشے سے عرشے کی

طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ مکمل طور پر کہر کی پیٹ میں آ چکی

تھی اب وہ ایک ہیو لے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے وہیل

سنجھال لیا۔ لانیچ چلانے میں مصروف ہو گیا۔ وہیل سیٹ کرنے میں

دس پندرہ منٹ لگتے تھے۔ میں اسے سیٹ کر کے ونود کے پاس جانا

چاہتا تھا کہ اس کی مدد کروں جو کانٹوں میں چارہ لگانے میں مصروف تھا۔

وہیل ہاؤس کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے گھوم کر دیکھا۔ ونود کو دیکھ کر چونک پڑا۔ کیوں کہ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی عجیب اجنبی کیفیت تھی جسے میں فوری طور پر سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں نے مہنویں اچکائیں۔ اس کے پیچھے شائی تھی مگر اب وہ پہلے سے مختلف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے عقب میں ایک شخص تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے ونود کو نشانے کی زد میں لیا ہوا تھا۔ اس کے نقوش کلہاڑی کی طرح تنکھے اور ہونٹ تیز دھار بلیڈ کی طرح تیز تھے۔ اس کی سیاہ خوفناک آنکھوں میں سفاک چمک تھی۔

”جگن ناتھ۔۔۔؟“ میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کی تصویر اخبار میں دیکھی تھی۔

”تم وہیل پر نظر رکھو۔۔۔۔۔ مجھ پر نہیں عقل مند آدمی۔۔۔۔۔ تم نے مجھے پہچان لیا۔۔۔۔۔ اچھی طرح سے کان کھول کر سن لو۔۔۔۔۔ اگر تم نے ہمارے لیے کھڑی کرنے کی کوشش کی تو سمندر کی مچھلیوں کی خوراک بنادوں گا۔“ وہ غرایا۔

اس نے بڑی بے رحمی سے ونود کو دیوار کی طرف دھکیل دیا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ شانتی جگن ناتھ کے جسم سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے جگن ناتھ کا بازو اس طرح تھام رکھا تھا جس طرح میرا بازو تھاما تھا۔ یہ تھوڑی دیر پہلے کی بات تھی۔

”ہم دبئی نہیں گوا جائیں گے۔۔۔۔۔ راستہ تبدیل کرو۔“ وہ حکمانہ لہجے میں بولا۔ ”اور ہاں۔۔۔۔۔ گڑ بڑ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ تمہاری کھوپڑی میں دو تین سوراخ ہو سکتے ہیں۔“



میں نے ونود کی طرف دیکھتے ہوئے راستہ تبدیل کیا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور غصے کے ساتھ ساتھ میرے لیے رحم کے جذبات موجزن تھے۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا لیکن مجھے اپنے سینے میں چھری اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

”تم نے ٹھیک ہی کہا تھا ونود، اس حرافہ کے بارے میں۔۔۔۔“ میں دل کی بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا مہری آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔

”تمہاری بات سولہ آنے درست نکلی۔۔۔۔ اس نے اپنے یار کو فرار کرانے کے لیے میرے ساتھ کھیل کھیلا۔۔۔۔ مجھ پر مہربان ہو گئی۔“

”تم۔۔۔۔ تم نے مجھے دس بارہ دن کٹھ پتلی بنا کر رکھا۔ پورے وحشی بن گئے۔ تم نے جو میرے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کیا۔ تم نے جو ناشائستہ حرکتیں کیں وہ ناقابل معافی ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ جگن

ناتھ کے لیے برداشت کیا۔“ وہ پھنکاری۔

”تمہیں دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ میری شانتی کیسی صلاحیتوں کی

مالک ہے۔“ جگن ناتھ نے بھونڈا قہقہہ لگایا۔ ”تم جیسے سور حرامی پر

دنیا کی بد صورت عورت بھی مر مٹ نہیں سکتی ہے۔ تم خارش زدہ کتے

کی طرح نظر آ رہے ہو۔۔۔۔“

اس کے توہین آمیز الفاظ سن کر میری رگوں میں لہوں ابلنے لگا۔ میں

نے انجام کی پرواہ کئے بغیر اس پر چھلانگ لگائی تو ونود نے میری راہ

میں حائل ہو کر مجھے اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ جگن ناتھ

نے میری کھوپڑی پر ریوالتور کی نال رکھ دی۔

”بہادری دکھانے کی حماقت مت کرو۔“ ونود نے مجھ سے کہا۔ ”اس

سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“

”یہ ایک مفید مشورہ ہے۔“ جگن ناتھ نے استہزائی لہجے میں کہا۔

”اس پر عمل کرنا۔ ایک بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو کہ ہم جلد

سے جلد گوا پہنچنا چاہتے ہیں۔ لہذا شرافت سے لالچ چلاتے رہو۔“

میرے اندر آتش فشاں کھول رہا تھا۔ میں نے شانتی کی طرف نفرت

بھری نظروں سے دیکھا۔ ”تم نے مجھے الو بنایا۔۔۔۔۔“

”اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔۔۔۔۔“ شانتی زور سے ہنسی۔ ”تمہارے

الو بننے سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ عیسوی مشکل حل ہو گئی۔ میرے علم میں

آ گیا تھا کہ تمہاری نئی لالچ ہے۔ تیز رفتار اور جدید ترین ہے۔ اس

لالچ پر صرف دو آدمی تھے۔ ونو د میرے جال میں اس لیے پھنس نہیں

سکتا تھا کہ وہ شادی شدہ تھا اور اسے اپنی بیوی سے بے انتہا محبت تھی۔

مجھے تمہیں پھانسنے کا تم پھنس گئے۔۔۔۔۔ اس طرح تم بڑی آسانی

سے الو بن گئے۔“

”یہ کب اور کس وقت لالچ میں داخل ہو کر چھپا تھا۔۔۔۔۔؟“ میں

نے جگن ناتھ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”رات جب میں اور تم نیچے والے کیبن میں داد عیش دے رہے تھے

تب۔۔۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ پھر میں بہانے سے

تمہیں ونود کے گھر لے گئی۔ اس طرح تم دونوں بیک وقت لانچ پر

نہیں تھے۔ یہ بہترین موقع تھا جو جگن ناتھ کو مل گیا۔“

”تم ایک ڈکیت ہی نہیں قاتل اور دہشت گرد بھی ہو۔“ ونود نے کہا۔

”تم نے ڈکیتی کی واردات کے ساتھ ساتھ خون ریزی کی۔ کتنے ہی

لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شاید تم ہم دونوں کو بھی قتل کر دو گے

لیکن، تم قانون کے ہاتھوں سے بچ نہ سکو گے۔ تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا

جائے گا۔ یہ عورت بھی سزا سے بچ نہ سکے گی۔“

”یہ عورت نہیں کیٹا ہے۔۔۔۔“ میں نے قہر آلود نظروں سے شانتی کو

دیکھا۔ جس کا بدن بھڑکیلے لباس میں ابلا بڑ رہا تھا۔

”اپنی زبان کو لگام دو۔۔۔۔۔“ جگن ناتھ دھاڑا۔ ”تمہیں اندازہ نہیں

ہے کہ اس نے میری خاطر کتنی بڑی قربانی دی ہے۔“

”میرا دوست ٹھیک کہہ رہا ہے۔“ ونود نے کہا۔ ”واقعی یہ عورت ایک

کیتا سے بھی بدتر ہے۔ اس نے میرے دوست کو فریب دیا۔ ہماری

بے مثال دوستی کو دشمنی میں بدل دیا۔ میرے دوست کو ورغلا نے کہ

لیے یہ طوائف بن گئی۔“

”تم نے بحری راستے سے فرار ہونے کو ترجیح کس لیے دی؟“ میں

نے اچانک موضوع بدل دیا تھا تا کہ شانتی آپے سے باہر نہ ہو

جائے۔ ونود نے اسے کتیا اور طوائف کہہ کر سرخ کر دیا تھا۔

”اس لیے کہ پولیس کو اس طرف کا ابھی خیال نہیں آیا ہے۔۔۔۔۔ وہ

سڑکوں کی نا کہ بندی کر رہی ہے۔“ جگن ناتھ نے جواب دیا۔ پھر وہ

بولاً۔ ”شانتی کے بارے میں تم لوگ جو زبان اور الفاظ استعمال کر

رہے ہو۔ آئندہ زبان بند رکھنا۔۔۔۔۔“

”میں چاہتی ہوں کہ اس کا مزہ چکھاؤں۔۔۔۔۔“ شانتی غضب ناک

ہو کر بولی۔ ”اس نے مجھے کتیا کہا ہے۔ طوائف کہہ کر گالی دی

ہے۔۔۔۔۔ میں اسے ذبح کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ اسے نیچے لے

چلو۔“

میری رگوں میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ یہ خالی خولی دھمکی نہ تھی کیوں کہ

اس کے چہرے سے سفاکی اور درندگی جھلکنے لگی تھی۔ ونود بے خونی سے

کھڑا رہا۔ میں نے کہا۔ تم نے ایسا کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔۔۔۔۔؟“

”میں کالی ماتا کے نام پر اس کی بھینٹ دینا چاہتی ہوں۔“ وہ بولی۔

”اسے ذبح کرنے سے ہر قسم کی مصیبتوں اور پولیس سے بچ جائیں

گے۔۔۔۔۔ کالی ماتا ہماری حفاظت کرے گی۔“

”تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔۔“ جگن ناتھ نے تائیدی لہجے میں کہا۔ ”تم

نے اپنے گنجے عاشق کو کالی ماما کی خوشنودی اور ڈکیتی کی واردات کی  
کامیابی کے لیے ذبح نہ کیا ہوتا تو اس ڈکیتی میں کامیابی نصیب نہ  
ہوتی۔ کالی ماما نے مجھے بال بال بچا لیا۔ ہمیں ان دونوں کو ہی موت  
کی بھینٹ چڑھانا ہے۔ پہلے ونود کو پھر اس بے چارے عاشق کو جس  
نے تمہیں گدھ کی طرح نوچ لیا۔“

جگن ناتھ نے اپنی جیب سے ایک پستول نکال کر شانتی کی طرف  
بڑھایا۔ ”اس پستول سے تم اپنے عاشق کو نشانے پر رکھو۔ اس نے اپنی  
جگہ سے حرکت یا جنبش کی تو بلا تامل گولی مار دینا۔۔۔ میں اسے  
کھانے کی میز پر لٹا کر باندھ کر آتا ہوں۔ پھر تم چل کر اسے اپنے ان  
ہاتھوں سے ذبح کر دینا۔۔۔“

ان کی باتوں نے مجھے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے  
ہو گئے تھے۔ شانتی اتنی سفاک اور درندہ صفت ہوگی میں سوچ بھی



نہیں سکتا تھا۔ بقول جگن ناتھ کے اس نے ایک شخص کو کالی ماما کی  
بھینٹ چڑھایا تھا اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا تھا۔ میں یہ سوچ کر لرز گیا  
کہ یہ حسین عورت اس قدر ظالم اور شقی القلب ہے۔ کیا ایک عورت  
ایسی ہو سکتی ہے۔

ونود کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا۔ زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی۔ اسے اپنی  
زندگی سے زیادہ اپنے بیوی بچوں کی فکر تھی۔ اسے جگن ناتھ نیچے  
ڈاننگ ہال میں لے کر گیا۔ شانتی دروازے کے پاس پستول تانے  
کھڑی رہی۔ میری حالت اس تصور سے بڑی غیر ہو رہی تھی کہ مجھے  
بھی ذبح کر دیا جائے گا۔ میں نے اس سے بات کرنے کی کوشش  
کی، تو وہ کسی زہریلی ناگن کی طرح پھنکاری۔

”حرام زادے۔۔۔ ذلیل۔۔۔ کمینے۔۔۔ تم دس بارہ دن  
تک مجھے گیلے کپڑے کی طرح نچوڑتے رہے۔۔۔ میرے ساتھ

ایسی حرکتیں کیں کہ آج اب بھی میرا بدن اور جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے  
۔۔۔۔۔ جانتے ہو میں تم سے کیا بدلہ لوں گی۔۔۔۔۔؟ پہلے تمہارے  
جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے کاٹوں گی۔۔۔۔۔ پھر تمہارے گلے پر  
چھری پھیروں گی۔۔۔۔۔“

اس کی باتیں میرا خون خشک کرتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جگن ناتھ  
آیا اور بولا۔ ”چلو۔۔۔۔۔ اسے منج کر دو۔“  
”اسے بھی ساتھ لے چلو تا کہ یہ بھی تو قتل کا دیدہ زیب منظر دیکھ  
سکے۔“ شانتی نے استہزائی لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ اسے ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔۔۔۔۔ کیوں کہ ونود کے  
بعد اس کا نمبر ہے۔“ جگن ناتھ نے تائید کی۔ پھر وہ مجھ سے حکمانہ  
لہجے میں بولا۔ ”چلو منے میاں۔۔۔۔۔ تم نے بڑے عیش کر لیے۔“  
میں نے غیر محسوس انداز سے انجن میں اپنی مہارت سے تھوڑی سی

خرابی کر دی تاکہ انجن ہلکی سی گڑ گڑاہٹ سے بند ہو جائے۔ اس میں  
کچھ منٹ لگنے تھے۔ میں پھانسی کے قیدی کی طرح چل پڑا۔ نیچے  
پہنچا تو دیکھا کہ ونود کے ہاتھوں اور پیروں کو میز کے پایوں کے ساتھ  
باندھا ہوا ہے۔ اس کے سینے پر ایک چھرا رکھا ہوا ہے۔

”میرے ذہن میں ایک تجویز آرہی ہے۔۔۔۔“ جگن ناتھ نے  
شانتی کے رخسار کو چومتے ہوئے کہا۔ ”کیوں نہ ایک دوست اپنے  
دوست کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے۔ کالی ماتا اور خوش ہو جائے گی  
کہ ایک دوست نے عظیم قربانی۔ عظیم بھینٹ چڑھائی۔۔۔۔ تم کیا  
کہتی ہو؟“

”ونڈ رفل!۔۔۔۔“ شانتی نے چہکتے ہوئے اس کا بوسہ لے لیا۔ ”تم  
نے کیا خوب سوچا ہے؟ کالی ماتا کو تو ایسی قربانیاں بہت پسند ہیں۔۔۔  
چلو۔۔۔۔ چلو آگے بڑھو۔۔۔۔“

ان دونوں نے باری باری پستول اور ریوالور کی نالیں میری گردن اور  
کھوپڑی پر رکھ دیں۔ جگن ناتھ نے حکمانہ لہجے میں کہا۔  
”چلو۔۔۔ یہ چہرا اٹھاؤ۔۔۔ اس کے گلے پر پھر دو۔“

ونود نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چہرا اٹھاتے ہوئے میرا ہاتھ کانپ  
گیا۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے  
اندھیرا سا چھا گیا۔ یہ میرا جیسا امتحان تھا کہ میرے ہاتھوں سے ایک  
عظیم دوست کو ذبح کرایا جا رہا تھا۔

اس وقت انجن ہلکی سی گڑ گڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا تو جگن ناتھ  
اچھل پڑا۔ ”یہ کیا ہو گیا؟“

”انجیکٹر میں شاید ایر لاک ہو گیا ہے۔ ایسا اکثر ہو جاتا ہے۔۔۔۔  
میں اسے پانچ منٹ میں ٹھیک کر دوں گا۔“

”چلو چل کر پہلے اسے دیکھو۔۔۔“ جگن ناتھ نے کہا۔ پھر مجھے وہ

نشانے کی زد میں انجن روم تک لے آیا۔

زینہ تنگ ہونے کی وجہ سے وہ انجن روم میں نہیں اتر ا۔ وہاں زیادہ گنجائش نہ تھی اور پھر وہ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا۔ وہ اوپر ہی کھڑا رہا۔ ایک دو مرتبہ جھک کر اس نے میری طرف دیکھا تھا۔ میں بظاہر انجن ٹھیک کر رہا تھا لیکن مجھے کسی اور چیز کی تلاش تھی۔ میں نے اس مطلوبہ چیز کو جلد ہی پالیا۔ یہ ذرہ پلاسٹک کا ایک پستول تھا جسے ونود کے کسی بچے نے یہاں پھینک دیا تھا۔ جس کی موجودگی پر میں برہم بھی ہوا تھا۔

”تم کیا کر رہے ہو۔۔۔؟“ جگن ناتھ دھاڑا۔ ”اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟“

”بیٹریاں چیک کر رہا ہوں۔۔۔“ میں نے اسے چیخ کر جواب

دیا۔

”میں نے جلدی سے ایک بیٹری سیل کا ڈھکنا اتارا۔ اس آبی پستول کو اس سیل کے دہانے میں داخل کر کے لیور کھینچا تو بیٹری میں موجود تیزاب اس میں بھر گیا۔ پھر میں نے ڈھکنا بند کر دیا۔ پستول جیب میں رکھ لیا اور اوپر آیا تو اس نے مجھ پر ریوالور تانتے ہوئے پوچھا۔

”یہ تم نے اپنی جیب میں کیا چھپایا ہے؟“

میں نے اسے پلاسٹک کا پستول دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ ونود کے بچے کا ہے۔ میں نے اسے دینے کے لیے رکھ لیا ہے۔“

”اسے تو اب تمہاری روح ہی پہنچائے گی۔۔۔۔ اسے زحمت کیوں دیں۔ لاؤ مجھے دو۔“

”کیا واقعی تم ہم دونوں کو ذبح کرنے والے ہو؟“ میں نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔“ وہ بولا۔ ”تم یہ پستول مجھے دینے میں اس طرح پس

و پیش کر رہے ہو جیسے یہ اصلی پستول ہے۔ بغرض محال تمہارے پاس  
اصلی پستول ہوتا تو تم کیا کرتے۔۔۔۔؟“

اس نے میری مشکل حل کر دی تھی۔ میں نے کھلونا پستول نکال کر فضا  
میں بلند کیا۔ اس کی طرف بڑھایا اور اس کے چہرے سے ایک فٹ پر  
روک لیا پھر کہا۔ ”حقیقی پستول ہوتا تو تمہارے اس طرح قریب آ کر  
تمہاری آنکھوں کا نشانہ لے کر فاسد کر دیتا۔“

”تم مسخرے بھی ہو۔۔۔۔ وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔ اگلے ہی لمحے اس کے  
منہ سے دل خراش چیخ نکلی۔ میں نے اس کی لبلی دبائی تھی۔ تیزاب کی  
دھار اس کی آنکھوں پر پڑی۔ وہ پیچھے ہٹا تو میں نے فوراً ہی اس کا  
ریوالور جھپٹ لیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھ آنکھوں پر تھے اور وہ ماہی  
بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

شانتی اس کی چیخ سن کر تیزی سے ادھر آئی۔ اسے ٹھوکر لگی اور وہ منہ



کے بل گری اور اس کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر فرش پر گر گیا۔۔۔  
بساط الٹ گئی تھی۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔  
لا بچ واپس جا رہی تھی۔ قاتل اور اعانت جرم کرنے والی حسینہ اور  
ڈکیتی کی رقم ہمارے پاس تھی۔ حکومت اور بینک نے بیس فیصد انعام کا  
اعلان کیا تھا۔۔۔۔۔ میرے لیے سب سے بڑا انعام ونود اور اس کی  
دوستی تھی۔ ونود نے سچ ہی کہا تھا کہ حسین عورتوں کی دنیا میں کوئی کمی  
نہیں ہے۔ لیکن سچا دوست نہیں ملتا ہے۔

﴿محمد بلال﴾